داعیٔ کبیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

خلیجی جنگ
کے بعد اُمّتِ مُسلمہ کا مُستقبل

کویت پر عراق کا حملہ قزّاقی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ اس میں دینی وحدت و اشتراک کا ذرا بھی خیال نہیں رکھا گیا۔ مال و دولت کے علاوہ بیشمار جانیں ضائع ہوئیں، عزّتیں پامال کی گئیں، احسانات کی ناشکری ہوئی اور رذالت و بدکرداری کی آخری حدیں پار کر لی گئیں جس سے برِ صغیر کے مسلمانوں کے سر شرم سے جُھک گئے، پیشانی عرق آلود ہوگئی اور برادرانِ وطن کو امن و آشتی کی دعوت دینے کے لیے اب زبان کھولنی مشکل ہے۔ اگر ہمارے غیر مسلم برادرانِ وطن خلیجی جنگ اور کویت جیسے اسلامی اور امن پسند ملک کے ساتھ عراق کے طرزِ عمل کی طرف اشارہ کریں یا مسلمان کُردوں کے ساتھ عراقی حکام کے رویّہ کا تذکرہ کریں جنہوں نے کسی زمانہ میں سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے بطلِ جلیل کو پیدا کیا اور وہ کہیں کہ جناب ہمیں احترامِ انسانیت کی دعوت دینے سے پہلے ذرا اپنے گھر کی، اپنے ہم مذہب لوگوں کی خبر لیں، اور مسلمانوں کی "مثالی قوم" کو دیکھیں؟ تو ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

محترم حضرات! جنگ کے بادل اگرچہ چھٹ چکے ہیں اور یہ منحوس مرحلہ اگرچہ ختم ہو چکا ہے، پھر بھی امتِ اسلامیہ کے حال و مستقبل کی فکر رکھنے والے مصلحین و مفکرین کو یہ جنگ اور اس کے دوران پیش آنے والے واقعات و حالات چند حقائق کی طرف پوری قوّت کے ساتھ متوجہ کر رہے ہیں جو اس مُدّت میں واضح ہو کر سامنے آگئے ہیں بلکہ ان احوال و کوائف نے ہر سنجیدہ و باشعور، اس اُمت کی فکر رکھنے والے اور تجربات سے فائدہ اٹھانے والے مسلمان کی اُنگلی اس امت میں موجود کمزوریوں اور اس کی صفوں میں موجود شگافوں (GAPS) پر رکھ دی ہے، بلکہ اس جنگ نے اس سے بھی زیادہ خطرناک، دُوررس اور امت کے مستقبل پر اثر انداز ہونے والی خامیوں کو آئینہ کر دیا ہے جو نوجوانوں، صحافت و دیگر ذرائع ابلاغ اور بہت سی اسلامی تحریکات کے طرزِ فکر اور ان کے ذہن و شعور میں گھر کر گئی ہیں، اُن کا اخلاقی جرأت کے ساتھ جائزہ لینا، قوّت و وضاحت کے ساتھ بیان کرنا اور مکمل غیر جانبداری کے ساتھ اپنا اور

دینی بھائیوں کا محاسبہ کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ٥ (النساء ۱۳۵)

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے گواہی دینے والے بنے رہو چاہے وہ تمہارے یا تمہارے والدین اور عزیزوں کے خلاف ہی ہو۔

کویت پر عراق کے ظالمانہ حملہ، صدام حسین کے غیر عاقلانہ اور مغرورانہ طرزِ عمل اور عرب اور دیگر مسلمان اقوام کے ردِ عمل کے نتیجہ میں بہت سے نئے حقائق سامنے آئے ہیں، اُمّتِ اسلامیہ، اسلامی تنظیموں اور مسلم صحافت کے ذہن اور طرزِ فکر میں بہت سی خامیوں اور دراڑوں سے پردہ ہٹ گیا ہے۔

یہاں میں عام مسلمانوں کے طرزِ فکر، ملک کی صحافت و ذرائع ابلاغ یا زیادہ وسیع اور واضح الفاظ میں ان کی زندگی میں موجود خامیوں اور ان کے علاج، اُمّت کی صفوں میں پڑنے والی دراڑ اور اُن کے پُر کرنے اور قرآن و حدیث اور تاریخِ انسانی کی شہادتوں کی روشنی میں اُمّت کے مستقبل پر مُرتب ہونے والے خراب و خطرناک نتائج و عواقب سے محفوظ رکھنے کے اصولوں کی طرف اُمّت کا ذہن بنانے والوں، تعلیم و تربیت کے ذمہ داروں، صحافیوں، دعوتِ اسلامی اور "صحوۃ اسلامیہ" کی خدمت انجام دینے والوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

(۱) عام مسلمانوں، خاص طور سے نوجوانوں کی ایک اہم کمزوری جو اس جنگ کے دوران بہت نمایاں ہو کر سامنے آئی ہے وہ ہے پُر جوش نعروں، بلند بانگ دعوؤں اور سحر انگیز وعدوں سے فریب کھانے کا مزاج یا مستقل صلاحیت ہے۔ اس سلسلہ میں عام مسلمان نہ تو نعرہ لگانے والوں کے افکار و عقائد دیکھتے ہیں، نہ اُن کے ماضی کا جائزہ لیتے ہیں، نہ اُن سیاسی و فکری تحریکات اور ان کے فکر و فلسفہ اور مقاصد و اعمال کو دیکھتے ہیں، جن سے یہ نعرہ لگانے والے پوری طرح مربوط و ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ اور خاص طور سے اگر یہ نعرے اور ڈینگیں کسی بڑی طاقت کو چیلنج کرتی ہوں اور ڈینگیں مارنے والے جرأت و حوصلہ مندی کا مظاہرہ کریں تو عام مسلمان اور خاص طور سے نوجوان شدید تأثر، جذباتی اُبال اور ایک طرح کے دماغی دورہ (HYSTERIA) کا شکار ہو جاتے ہیں جس کو کسی طرح قابو میں نہیں لایا جا سکتا۔ ایسی صورت میں نہ دینی احکام و مصالح کا پاس و لحاظ ہوتا ہے، نہ علمی تنقید و تحلیل اور نہ حالات و حقائق کا دیانتدارانہ اور غیر جانبدارانہ تجزیہ ہی کچھ مفید ثابت ہوتا ہے، بلکہ کھولتی ہوئی ہانڈی کی طرح جذبات میں اُبال آجاتا ہے جو اکثر دین، عقائد اور شعائرِ اسلام سے اعراض بلکہ ان کی اہانت تک پہنچا دیتا ہے اور دین کے نمائندہ علماء اور اصحابِ اختصاص

تو سب سے پہلے زد میں آتے ہیں، اس طرح کے جذبات کی رو میں بے سوچے سمجھے بہہ جانے والوں کی بلیغ ترین صفت سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے ایک جملہ میں بیان فرمائی ہے جن کو اس صورتحال کا بار بار سامنا کرنا پڑا تھا اور جنہیں دوسرے ائمۂ اسلام کے مقابلہ میں اس طرح کے حالات سے زیادہ سابقہ پڑا تھا۔ آپ نے اہلِ عراق کے بارہ میں فرمایا تھا: "اَتباعُ کلِ ناعِقٍ" (ہر زور سے بولنے والے کے پیچھے بھاگنے والے ہیں)

لہٰذا امت کے مختلف طبقوں میں یہانتک کہ دینداراور تعلیمیافتہ طبقہ میں بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ صحیح دینی، سماجی اور سیاسی شعور پیدا کیا جائے، نیک و بد کو سمجھنے کی صلاحیت کو تقویت پہنچائی جائے، نئے مسائل پر غور کرنے، ان کی گہرائیوں تک اُترنے اور ان کے نتائج و عواقب کا صحیح اندازہ لگانے کی قوت میں جِلا پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور ان کو صفائی اور صراحت کے ساتھ بتلایا جائے کہ عقائد و افکار کے اصل اور صحیح ماخذ کون سے ہیں اور قوت و نشاط کے حقیقی سرچشمے کہاں ہیں۔

مسلم عوام کو اس بات کی طرف دعوت دینے کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے زمانہ کو سمجھیں، زمانہ کے مشکلات و مسائل، اس میں جاری و ساری رجحانات، تحریکوں، اسلام کے بارہ میں ان کے رویّہ، زندگی پر مرتب ہونے والے ان کے اثرات، دین کے مستقبل کے لیے اُن سے لاحق خطرات اور نئی مسلم نسل کے ذہن پر پڑنے والے سایوں کو ذہن میں رکھنا سیکھیں۔ ان قیادتوں کے مطمحِ نظر اور ان کے اغراض و مقاصد سے ناواقف نہ رہیں، جو ملکوں پر اور سماج پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے کوشاں ہیں جو سماج کو اپنے عقائد، اپنے افکار و نظریات اور اپنے آدرشوں کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں، جو زندگی کو نئی راہ اور نیا رُخ دینا چاہتے ہیں۔ ان طاقتوں، رجحانات، افکار اور قیادتوں کو نظر انداز کرنا اور دینی جماعتوں کا اپنے خول میں بند رہنا خود ان تحریکوں کیلئے خطرہ بن سکتا ہے۔ ان تحریکوں کی دینی دعوت، ان کی سرگرمیاں اگر فرائض و واجبات، طہارت و عفت کی زندگی اور نوافل کے اہتمام تک محدود رہیں تو خطرہ اس بات کا ہے کہ کچھ مدت گذرنے کے بعد دین پر عمل اور شرعی احکام کے نفاذ کی آزادی سلب کر لی جائے اور حالات ان کیلئے اس قدر دشوار ہوجائیں جس کی تصویر کشی قرآن نے اپنے بلیغ اور معجزانہ اسلوب میں کی ہے کہ:۔

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ ۔ (سورۃ التوبہ آیت ۱۱۸)	زمین ان پر باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہوگئی اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آ گئے۔

جذباتی نعروں، دعووں، وعدوں اور کھوکھلی شجاعت کے مظاہروں سے فریب کھانے کیلئے ہمہ وقت تیار رہنا زبردست خطرہ ہے (خاص طور پر اس امت کیلئے اپنے عقیدہ پر اور اپنے پیغام پر قائم رہنے کیلئے اور نوعِ انسانی کی ہدایت و راہنمائی کے فریضہ کی انجام دہی کیلئے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آسمانی شریعت اور اس آخری دین پر قائم رہنے

کے لیے) اس طرح مسلمانوں کا یہ رویہ قرنِ اوّل سے لیکر اس وقت تک کے ان کے مصلحین و مجددین، مجاہدین اور دعوتِ اسلامی کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے والے شہداء کی تمام کوششوں پر پانی پھیر سکتا ہے۔ اس سے خطرہ اس بات کا پیدا ہو گیا ہے کہ اس امت میں اور قدیم ترین اسلامی ممالک میں بھی مغربی عیسائیوں کا یہ تصور کارفرما نظر آنے لگے کہ: "دین ایک ذاتی معاملہ ہے جو اللہ اور بندہ کے درمیان محدود ہے، قانون سازی، سیاست اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں اس کا عمل دخل نہیں"۔

(۲) عام مسلمان اور خاص طور سے نوجوان جو ان بے حقیقت و پُرجوش نعروں اور کسی بڑی طاقت کو للکارنے کے چھوٹے مظاہرے سے اس حد تک متأثر ہو گئے کہ عقل و ہوش کھو بیٹھے۔ اس کے کچھ نفسیاتی اسباب بھی ہیں اگرچہ وہ اس کا جواز فراہم نہیں کرتے کہ ہر جوشیلے نعرے لگانے والوں کو تقدیس کی حد تک پہنچا دیں، پھر بھی انصاف کا تقاضا ہے کہ ان کا احساس کیا جائے اور ان کا سدِّباب کیا جائے۔

اس امت میں عرصہ سے ایسی طاقتور اور جرأتمند قیادت کا فقدان ہے جس کے اندر جہاد کی روح کارفرما ہو جسے اپنے عقیدہ پر فخر ہو، دنیا کی راہنمائی کے منصب اور اس کی ذمہ داریوں کا شعور ہو اور بڑی حد تک مغربی یا مشرقی طاقتوں کے سہارے سے بے نیاز ہو، یہ بڑی طاقتیں ہی اسلامی کوششوں اور وسیع تر حلقہ و اثر رکھنے والی اسلامی تحریکوں کو ناکام بنانے اور اسلامی ممالک کو ایسی عظیم، مؤثر اور قومی شخصیتوں سے جن پر دینی فکر غالب ہو، جو اپنے ملک میں شریعت اسلامی کا نفاذ چاہتی ہوں، جو اسلام کی عظمت اور مسلمانوں کی قوت و شوکت کے عزائم رکھتی ہوں، محروم کرنے کی ہر طرح کی سازشیں کرتی رہتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ پورا عالم اسلام ماضی قریب میں بہترین راہنماؤں سے محروم ہوتا رہا۔

پھر بھی یہ لحاظ رہے کہ قوت و شوکت اور کبھی کبھی خطر پسندی سے متأثر و مرعوب ہونا فطری بات ہے۔ جن صفات سے انسان خود محروم ہوتا ہے ان سے متاثر ہوتا ہے، اور اسلام کی تاریخ شجاعت و شہامت اور بڑے سے بڑے خطرہ کو خاطر میں نہ لانے کے واقعات سے بھری ہوئی ہے لیکن اس دور کے باضمیر اور غیرتمند مسلمان کمزور حکومتوں اور آرام طلب قیادتوں سے تنگ آ گئے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اکثر مسلمان اور خاص طور سے نوجوان بڑی طاقتوں کی سرگرمیوں اور ان کی سازشوں سے واقف ہیں اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسی قیادت کو سامنے لانے پر توجہ دی جائے جو طاقتور ہو، جرأتمند ہو، صاحب ایمان اور ہوشمند ہو، اللہ نے ان کے ملک کو جو طاقت و ثروت عطا فرمائی ہے ان پر اعتماد رکھے، ان میں اضافہ کی کوشش کرے، ٹیکنالوجی صنعتوں اور فوجی قوت پر توجہ دے، ممکن حد تک غیروں سے بے نیاز ہو، ایمانی قوت، قوم و ملت کے اخلاص اور ایمان و عقیدہ کے دفاع کے لیے قربانی کے جذبہ پر اعتماد کرتے ہوئے،

اسلامی مصالح اور صحیح ومخلص قیادت کے خلاف کسی بھی سازش کے مقابلہ میں یا اسلامی مسائل وممالک میں کسی بھی دخل اندازی کے سامنے جم کر کھڑی ہو جائے ۔

(۳) اسلامی ممالک میں مثبت، فعال ومتحرک اور طاقتور دینی تحریک کے قیام واستحکام پر توجہ دینا بھی ضروری ہے اور اگر کوئی ایسی تحریک موجود ہو تو اس سے خطرہ محسوس کرنے اور اس کو ختم یا کمزور کرنے کی کوشش کے بجائے اُس کی قدر اور ہمت افزائی کرنی چاہیئے، اسلامی معاشرہ کی تشکیل وتکمیل اور اس کے استحکام وبقا کیلئے ایک ایسی اسلامی دعوتی تحریک بڑی مفید ثابت ہو سکتی ہے جو مردانگی، جرأت وہمت، بلند ہمتی اور پیش بینی کی صفات سے متصف ہو، جو ایسی طاقتوں اور قیادتوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت وصلاحیت رکھتی ہو جنہوں نے بلا کسی استحقاق وجواز کے نوعِ انسانی کی زمام قیادت اپنے ہاتھوں میں لے رکھی ہے اور جو اسلامی وغیر اسلامی ممالک واقوام کی قسمتوں کی مالک بن بیٹھی ہیں ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قومِ مسلم (اپنی بیماریوں اور کمزوریوں کے باوجود جن میں سے بعض کی طرف ابھی اشارہ کیا گیا) مشرقی ومغربی تمام اقوام کے مقابلہ میں بعض صفات کے اندر بہت ممتاز ہے ؎

اپنی ملت کو قیاس اقوامِ مغرب پر نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

یہ صفات ہیں اللہ اور آخرت پر ایمان، زندگی کی بے حقیقتی کا شعور، جہاد فی سبیل اللہ کے لیے زندگی کی لذتوں اور آسائشوں کی قربانی، شہادت کا شوق، جنت اور رضائے الٰہی کی اُمید، اللہ کے وعدہ کیے ہوئے اجر وثواب کا یقین اور اس کے لیے جان ومال سب کچھ لُٹا دینے کی تڑپ، بے مثال صلاحیتوں کی یہ چنگاریاں منتظر ہیں کسی طاقتور مخلص داعی کی جو ان کے اسلامی جوش کو ابھارے، شرارۂ ایمان کو شعلۂ جوالہ بنا دے، اور ابھی ماضی قریب تک بعض مخلص اللہ والوں نے یہ کارنامہ کر دکھایا ہے[1]۔ قرآن کریم نے بھی مسلمانوں کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ کیا ہے جو انہیں دیگر اقوام وملل کے سورماؤں اور بہادروں سے جن کا رابطہ آسمانی پیغام اور ایمانی سرچشموں سے منقطع ہو گیا ہے، کے مقابلہ میں ممتاز کرتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ ۖ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ ۖ

اور مخالف قوم کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو اگر تمہیں جسمانی دکھ پہنچتا ہے تو اُن کو بھی دکھ پہنچتا ہے،

---

[1] جیسے ہندوستان میں سید احمد شہیدؒ بالاکوٹ (۱۲۴۶ھ) طرابلس میں سیدی احمد الشریف السنوسی (م ۱۳۵۱ھ) اور امیر عبد القادر الجزائری (م ۱۳۰۱ھ) وغیرہ

وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا یَرْجُوْنَ ۚ (النساء ۱۰۴) | (لیکن تم اللہ سے (اجر و ثواب کی) وہ امیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔

یہ ایسی دولت ہے جس کی کوئی مثال نہیں، ایسی طاقت ہے جس کا کوئی جواب نہیں اور مسلمان ملکوں اور قوموں پر زیادتی ہوگی، بلکہ ان ملکوں اور قوموں میں قائم حکومتوں اور قیادتوں کے حق میں بھی یہ زیادتی ہوگی کہ وہ اس سے گھبرائیں، اور اپنی قیادت و حکومت کے لیے ان سے خطرہ محسوس کریں، ان کو اپنا حریف سمجھیں اور بات یہاں تک پہنچ جائے کہ ان کو ختم کرنے اور ان کے اثر و نفوذ سے نجات حاصل کرنے کے لیے ساری طاقتیں اور سارے وسائل جن میں صحافت، دیگر ذرائع ابلاغ اور نظام تعلیم و تربیت بھی شامل ہیں، وقف کر دی جائیں، یہ ایک بے محل جد و جہد ہے اور قوم و ملک کے ان عزیز ترین فرزندوں کے خلاف جنگ کی ایک شکل ہے، جو نازک گھڑی میں ان کے کام آسکیں۔

ان مسلمان اقوام کا ایک نمایاں اور معروف وصف اللہ اور اللہ کے دین کے ساتھ اخلاص بھی ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس کے اظہار کا صحیح موقع و محل فراہم ہو، کوئی اللہ کے نام پر اور اسلام کے نام پر آواز لگاتا ہے تو مسلمان اس کی طرف ایسے جوش اور جذبہ کے ساتھ لپکتے ہیں جس کی اس زمانہ میں نظیر نہیں ملتی مسلمان حکومتوں اور قیادتوں کی کمزوری ہے کہ وہ حقائق کو نظر انداز کرتی ہیں اور اس قیمتی سرمایہ اور زبردست طاقت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اس کو دبانے اور مٹانے کے لیے ساری طاقت، ذہانت اور وسائل صرف کرتی ہیں۔

(۴) اسلام ہی عرب قومیت کی اساس و بنیاد ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عالم عربی کی روح ہیں، اس کے قائد اور امام ہیں، اور ایمان کی طاقت ہی عربوں کی اصل طاقت ہے۔ عربوں نے جب اس طاقت سے فائدہ اٹھایا تو پوری دنیا پر چھا گئے۔ آج بھی اس کے اندر وہی قوت و صلاحیت موجود ہے اور عرب اقوام آج بھی اس کی مدد سے اپنے دشمنوں کو شکست دے سکتے ہیں اور اپنا تحفظ کر سکتی ہیں۔ اسلام اور ایمانی قوت کے بغیر عربوں کا نہ کوئی امتیاز ہے، نہ وقار و اعتبار، نہ کوئی تشخص، اور جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے کہا ہے ؎

نہیں وجود حدود و ثغور سے اس کا
محمد عربی سے ہے عالم عربی

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی عربوں کو دنیا کے سامنے ایک حقیقت اور ایک ممتاز و متشخص قوم کی حیثیت سے پیش کیا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے اور قومیت اور وطنیت کے مقابلہ میں اس حقیقت کو تسلیم کرنا، اس کو اپنانا اور اس کا پرجوش داعی بننا چاہیے۔ عالم عربی کو پورے عالم اسلامی سے مربوط کرنے کا بھی سب سے مضبوط و مستحکم ذریعہ ہے اور اسی وجہ سے پوری دنیا کا مسلمان عالم عرب سے محبت و ہمدردی رکھتا ہے

اس کی مدافعت اور اس کے لیے قربانیوں کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتا ہے، یہ سب سے بڑی حقیقت ہے جو عالم عربی کو مغربی اور غیر اسلامی قوموں کی نظر میں بھی ممتاز مقام عطا کرتی ہے۔

(۵) ممکن حد تک ناز و نعمت اور عیش و عشرت کی زندگی سے دور رہنا چاہیے۔ ترقی و تمدن کے مظاہر میں مبالغہ بے ضرورت کے اخراجات، لذت و شہوت اور شان و شوکت کے اظہار کیلئے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کوئی پسندیدہ بات نہیں، ایسے اعمال و اخلاق سے پرہیز لازم ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہ ہوں اور تائید و نصرت الہی سے مانع بن سکتے ہوں۔

چھٹی صدی عیسوی کا رومی اور ایرانی تمدن جو زیب و زینت، دولت و ثروت اور پرتکلف زندگی کی آخری حدوں تک پہنچ رہا تھا، اس کے مقابلہ میں قدیم عرب مسلمانوں نے اپنے اسلامی اخلاق، سادگی، فضول خرچی سے اجتناب، محنت و مشقت کی زندگی اور شہسواری کی خصوصیات کو باقی رکھا تھا۔ آج بھی اس زندگی کو اپنانے کی ضرورت ہے، اور اگر تمدن کو اختیار کرنا کسی حد تک ضروری ہو تو اسے ان تعلیمات کے سانچہ میں ڈھال دینا، ان اخلاق و آداب کے رنگ میں رنگ دینا اور ان مقاصد اور نشانوں کے تابع بنا دینا چاہیے جن سے اسلام کے ذریعہ اللہ نے اس امت کو نوازا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جو قوم بھی عیش و عشرت، آسائش حیات کی کثرت اور ناز و نعمت میں ڈوب گئی اس میں جاہلیت کی عادتیں پھیل گئیں اور اخلاقی خرابیاں پیدا ہو گئیں وہ دوسروں کے ظالمانہ حملوں کا نشانہ بن گئی:۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۝ (الاحزاب ۳۸)	یہی اللہ کا معمول رہا ہے ان لوگوں کے بارہ میں جو پہلے گذر چکے ہیں اور اللہ کا حکم خوب تجویز کیا ہوا ہوتا ہے

ساتویں صدی ہجری میں اسلامی معاشرہ میں عام طور سے بھی اخلاقی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں، جب تاتاریوں کا سیلاب عالم اسلام پر امنڈ پڑا جس نے نسلی اور دینی قتل عام کی شکل اختیار کر لی ـــ تاتاری حملہ سے پہلے بغداد کے مسلم معاشرہ کے حالات کا اندازہ لگانے کے لیے ہم یہاں صرف ایک بڑے مؤرخ کی شہادت پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اس زمانہ میں دوسرے مسلم ممالک اور شہروں کے حالات اس سے زیادہ مختلف نہیں تھے مفتی قطب الدین نہروالی اپنی کتاب "الإعلام بأعلام بيت الحرام" میں لکھتے ہیں:۔

مرفهون بلين المهاد ساكنون على شط بغداد في ظل نخيل وماء معين وفاكهة وشراب	عیش و عشرت کے مزے لوٹ رہے تھے، بغداد میں دجلہ کے ساحل پر آباد تھے جہاں گھنا سایہ تھا، با فراط میٹھا پانی تھا، میوے اور مشروبات کی کثرت تھی،

واجتماع احباب واصحاب ما کا بدوا حربًا ولا دافعوا طعنا وضربًا۔ (الاعلام ص ۱۸۰)	دوست احباب کی مجلسیں تھیں جنگ کی مصیبتوں سے سابقہ نہیں تھا نہ نیزے اور تلواریں اٹھانے کی نوبت آتی تھی۔

مسلمانوں کی تاریخ طویل کے اندر بہت سے مسلم معاشروں مسلمان قوموں اور وسیع اور ترقی یافتہ حکومتوں میں خوش عیشی اور فارغ البالی کی یہی کہانی دہرائی گئی اور اس کا نتیجہ وہی نکلا جو بعد میں ظاہر ہوا، شدت و وسعت میں اگر کچھ فرق رہا ہو تو ان معاشروں کے قد و قامت یا ان حکومتوں کی قوت و حیثیت اس کا سبب ہی ہے۔[1]

(۶) اس مرحلہ پر اس امر کی بھی ضرورت واضح ہو کر سامنے آگئی ہے کہ عرب اور اسلامی حکومتوں اور قوموں کی اپنی ایک مؤثر اور فعال تنظیم ہونی چاہیے جو اسلامی ممالک (اور ان میں عرب ممالک سر فہرست ہیں) کی دینی، قومی سیاسی اور دفاعی ضرورتوں کی دیکھ ریکھ میں اقوام متحدہ (UNITED NATIONS) کی جگہ لے سکے، آزادی اور عزت و وقار کے تحفظ میں ان کی ہمت افزائی کرے، اگر کوئی بڑا ملک کسی چھوٹے ملک پر حملہ آور ہو تو اس کی مدافعت کا فریضہ انجام دے، اس طرح کے معاملات میں اقوام متحدہ یا کسی بڑی طاقت کی جگہ اس کی طرف رجوع کیا جا سکے اور اس سے مدد لی جا سکے۔ ایسی کسی تنظیم کو اتنا احترام و وقار اور اتنی طاقت حاصل ہونی چاہیے کہ وہ کسی بھی اسلامی ملک پر جارحیت کا مناسب جواب دے سکے اور ان انانیت پسند استبدادی قیادتیں اور دنیا کی اور دنیا کی بڑی طاقتیں اسے نظر انداز نہ کر سکیں۔

اس طرح کی کسی تنظیم کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہونی چاہیے کہ وہ حجاز مقدس اور حرمین شریفین کی خاص طور پر اور پورے جزیرۃ العرب کے تحفظ و دفاع کی عام طور پر ذمہ داری سنبھالے کیونکہ یہی اسلام کا اصل مرکز اور دعوتِ اسلامی کا اصل سرمایہ ہے مسلمان کسی زمانہ میں بھی ہوں اور کسی جگہ بھی ہوں، ان کا عز و شرف حجازِ مقدس کی عزت و عظمت کے ساتھ وابستہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ۔ (المائدہ ۹۷)	اللہ نے کعبہ کے مقدس گھر کو انسانوں کے باقی رہنے کا مدار ٹھہرایا ہے نیز حرمت والے مہینہ کو۔

یہ آیت اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ نظام عالم درحقیقت بیت اللہ الحرام کے ساتھ وابستہ ہے، بالکل اسی طرح جیسے کہ عقائد اور اعمال و اخلاق کا نظام اس دعوت سے وابستہ ہے جس کے لیے

---

[1] تفصیل کے لیے ہندوستان میں مغلوں کے عروج و زوال اور ایران و ترکستان میں خوارزم شاہی سلطنت کی تاریخ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

اس گھر کی تعمیر ہوئی ہے، مسلمان دنیا کے کسی بھی حصہ میں ہوں اُن کے لیے مرکزِ اسلام (جہاں اللہ کی آخری وحی نازل ہوئی اور جہاں نوعِ انسانی کے لیے نئی صبحِ صادق طلوع ہوئی) کے بارہ میں انتہائی حساس اور غیرتمند ہونا اسلامی فریضہ ہے، اور جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے کہا ہے ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

اخیر میں اسلامی ممالک کے ذمہ داروں اور سربراہوں کی خدمت میں بھی ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ:۔

محترم حضرات! قرآن وسنّت، دعوتوں اور دنیا کی تبدیلیوں اور انقلابات کی تاریخ کی روشنی میں سب سے بہتر اور مفید چیز ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ساتھ صدق واخلاص، اس کی طرف رجوع وانابت، ساتھ ہی فرد اور سماج کی زندگی میں ہر ممکن اصلاح، سماج سے منکرات، اللہ تعالےٰ کی تائید ونصرت سے محروم کرنے والے اخلاق واعمال کا ازالہ اور سماجی، سیاسی، انتظامی اور انفرادی زندگی سے سستی وکاہلی اور تضادات سے اجتناب، قرآن وحدیث اس پر شاہد ہیں سیرتِ مبارکہ، خلفائے راشدین اور صالح بادشاہوں کی زندگی میں اس کے بے شمار نمونے موجود ہیں، ان کی تفصیل اور واقعات واسماء کے تذکرہ وتعیین کی یہاں ضرورت نہیں۔

خلاصہ یہ کہ انابت الی اللہ اور اصلاحِ اُمّت وازالہ منکرات کی جدوجہد میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرنے مصیبتوں اور دشواریوں کے وقت قوموں اور معاشروں کو بُرے نتائج سے محفوظ رکھنے کی مؤثر ترین قوت ہے اور عام ذرائع واسباب، فوجی طاقت یا بڑی طاقتوں کی تائید وحمایت یہ ساری چیزیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذیؒ (جلد اول)

افادات: شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ـــــ حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی کی مبسوط اور مدلل شرح، حضرت شیخ الحدیثؒ کی جامع ترمذی سے متعلق تقاریر وافادات درس کا مجموعہ۔ ضبط وترتیب وتحشیہ: مولانا عبدالقیوم حقانی ...... بہترین ڈائی دار جلد

صفحات ۵۳۶ ـــ قیمت ۱۲۵/- روپے

مؤتمر المصنفین ـــ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ـــ ضلع نوشہرہ